طور پر بھی۔ نظریات وافکار کی دنیا میں بھی ہونا چاہیے اور عملاً اسلامی اصلاحات کے نفاذ اور اسلامی انقلاب کو برپا کرنے کے لیے بھی۔

اس طرح اسپوزیٹو نے فکر مودودی پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے: دونوں مفکرین نے یہ بتایا کہ خدائی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کے درمیان کش مکش ایک ناگزیر امر ہے۔ دونوں کی خواہش یہ تھی کہ ان کی بنائی ہوئی تنظیم' معاشرے میں ہمہ گیر تبدیلیاں اور دوررس اصلاحات لانے کا ایک سرگرم مرکز ومحور بنے اور یہ خود ایسے لوگوں پر مشتمل ہو جو انتہائی نیک سیرت اور پرہیزگار ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے سامراجیت اور مغربی کلچر کے خطرے کے خلاف آواز بلند کی' لیکن وہ اس حقیقت کا ادراک بھی رکھتے تھے (جیسا کہ آج کی بہت سی اسلامی تنظیمیں بھی ایسا ہی سمجھتی ہیں) کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کی ذمہ داری دراصل خود مسلمانوں پر بھی عائد ہوتی ہے (محض بیرونی اسباب پر نہیں)۔ یہ دعوت خود مسلمانوں کو دینی ہے کہ وہ اسلام کے ایک جامع اور مکمل نظام کے سارے شعبوں پر عمل کرنے کی طرف اپنی توجہات کو مرکوز کریں۔

اسپوزیٹو کے خیال میں: دعوت کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ غیرمسلموں کو یہ دعوت دینا کہ وہ اسلام کو قبول کریں اور دوسرے یہ کہ خود مسلمانوں کو دعوت دینا کہ وہ اچھے اور بہتر مسلمان بنیں۔ اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی دونوں نے اس دوسرے پہلو پر زور دیا کہ وہ اپنے دین کی تجدید کریں اور اس پر پوری طرح عمل کریں' تاکہ ایک سماجی انقلاب برپا ہو اور انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دوبارہ اسلام کی کارفرمائی عمل میں آئے۔ اخوان اور جماعت دونوں نے مدارس' مساجد' لٹریچر' طلبہ کی تنظیموں' پیشہ ور انجمنوں اور سماجی خدمات کے ذریعے اپنے پیغام کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ اس پیغام میں دین کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے' جدید تعلیم وتربیت اور ٹکنالوجی پر عبور حاصل کرنے اور سماجی وسیاسی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت تھی۔

کہا جاسکتا ہے کہ پروفیسر اسپوزیٹو نے جماعت اسلامی کی ایک حد تک صحیح تصویر کشی کی ہے اور فکر مودودی اور اس کی بنیاد پر تشکیل پانے والی جماعت کے مقاصد' نصب العین اور طریق کار کی بخوبی وضاحت کی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قلم سے

بے حجاب معاشرت سے پیدا شدہ مسائل اور دوررس نقصانات

ایک پاکیزہ معاشرے میں حجاب کی اہمیت کیا ہے؟

ان امور پر مطالعے کے لیے

پردہ

قیمت: ۷۵ روپے

★

اسلام کا خانگی نظام کیا ہے؟

غیر اسلامی اور اسلامی قانون ازدواج کا تقابلی مطالعہ

اسلام میں مرد اور عورت کے قانونی اور معاشرتی حقوق

ایک پُرسکون زندگی بسر کرنے کے لیے قیمتی کتاب

حقوق الزوجین

قیمت: ۴۰ روپے

★

- بہبود آبادی کے نام پر مسلط کردہ تحریکِ ضبطِ ولادت کا تاریخی جائزہ
- اس تحریک کے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی اثرات و مضمرات کا جائزہ
- دینی نقطۂ نظر سے ایک مدلل مطالعہ

اسلام اور ضبطِ ولادت

قیمت: ۴۸ روپے

تحریکی مکتبوں سے حاصل کیجیے

عطیہ اشتہار: جماعتِ اسلامی شہر و ضلع گوجرانوالہ

مستقبل کا معمار

غازی صلاح الدین عتبانی○

یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ اتنے فاصلے پر ہونے کے باوجود میری کردار سازی میں سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ میری نشوونما اس جدید اسلامی تحریک کے گہوارے میں ہوئی ہے' جو سید مودودیؒ کے افکار سے متاثر تھی۔ لیکن حیرت اس امر پر ہے کہ سیدیؒ ان بہت سے لوگوں کی کردار سازی میں بھی بلند مقام رکھتے ہیں' جن کا اس اسلامی تحریک سے تعلّق نہیں رہا ہے' بلکہ جو اسلامی تحریک سے دشمنی تک رکھتے ہیں۔ جب کسی رہنما کی فکر کا اثر اس کے اپنے حلقہ احباب اور خوشہ چینوں کے علاوہ غیروں تک میں بھی سرایت کر جائے تو یہ اس رہنما کی عظمت کی دلیل ہوتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سید مودودیؒ کے زندگی اور ایمان سے بھرپور افکار' معاشرے کے تہذیبی ڈھانچے کا حصّہ بنتے جا رہے ہیں۔ اس طرح اُمت مسلمہ کی عقلی ساخت کی ایک اور کڑی مکمل کرنے کا اعزاز بھی سید مودودیؒ کو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سید مودودیؒ اُمت مسلمہ کی تاریخ کے ان چند خاص لوگوں میں سے ایک ہیں جنھیں یہ فضیلت حاصل ہے۔

ہماری نسل جو عرب قوم پرستی پر مبنی فوبیا کا شکار تھی اور اس نظریے کے برعکس عالمِ عرب سے باہر کے افکار و نظریات سے کسی قسم کے اخذ و اکتساب سے خوف زدہ تھی۔ باطل افکار کی یلغار

○ مشیر امور داخلہ' صدر جمہوریہ سوڈان' خرطوم

☆عربی سے ترجمہ: عزیر صالح

کے اس زمانے میں بھی سید مودودیؒ کے افکار ونظریات کی تاثیر عروج پر تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامی تحریک سے وابستگی کے باوجود ہم بھی کسی حد تک اس مکتب کے افکار سے ضرور متاثر ہوئے جس کا لیڈر جمال عبدالناصر تھا' جب کہ وہ اسلامی تحریک کا بدترین دشمن تھا۔ بہت کم لوگ اس حقیقت کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ خالص عربی فکر کے دائرے میں رہتے ہوئے عرب مسلمان کس حد تک سید مودودیؒ کے افکار سے متاثر ہوئے ہیں اور کس حد تک وہ ان کے لیے احسان مندی کے جذبات رکھتے ہیں۔

میں سید مودودیؒ کو ایک عظیم مصلح کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ مجھے ان تعلیم یافتہ لوگوں سے مکمل طور پر اختلاف ہے' جو جدید تعلیم کو ایسے ضابطے اور نظریات گھڑنے کے لیے استعمال کررہے ہیں' جس میں مسلمانوں کو' استعمار کے خلاف کسی بھی قسم کی مزاحمت پر کان نہ دھرنے اور خوابِ غفلت کا شکار رہنے کا درس دیا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی نہ کسی درجے میں مغربی مفادات کے زیراثر ایسی تحریکوں کو' خود مغربی استعمار نے اسلامی بیداری کی اٹھنے والی لہر کو سبوتاژ کرنے کے لیے منظم کیا ہے۔ وہ بیداری کہ جس نے باطل پرستانہ فکری تحریکوں کا جواب دینے اور استعمار کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔

اس نام نہاد روشن خیال مکتب فکر نے سید مودودیؒ کو ایسے لوگوں میں شمار کرنے کی کوشش کی ہے' جن پر اسلامی افکار اپنانے میں شدت پسندی جیسے بے معنی الزامات لگائے گئے ہیں۔ بہرحال سید مودودیؒ ،مغربی تہذیب و استعمار کی غلامی سے نکلنے اور اس غلامی کا راستہ روکنے والے سب سے اہم رہنما بن کر سامنے آئے۔ چونکہ سید مودودیؒ نے براہِ راست قرآن' حدیث اور سیرت پاکؐ سے رہنمائی لی تھی' اس لیے ان کی فکر واضح طور پر غلو سے محفوظ رہی ہے۔ ہندستانی اور پاکستانی میدان سیاست میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی' جس میں سید کی دعوت کو انتہاپسندی سے تعبیر کیا گیا ہو۔ برعظیم پاک و ہند میں آپ نے جس جماعت اسلامی کو پروان چڑھایا' واقعہ یہ ہے کہ وہ تنظیم دنیا کی تمام اسلامی جماعتوں میں سب سے زیادہ اعتدال پسند شمار کی جاتی ہے۔ جماعت اسلامی کے خلاف بلاجواز پابندیوں اور زیادتیوں کے باوجود اس نے جمہوری دائرے میں رہتے ہوئے جتنا ممکن ہوسکا کام کیا۔ حکمرانوں کی جانب سے متعدد بار ایسے

حالات پیدا کیے گئے کہ جماعت ردعمل کے جال میں الجھ کر جمہوری روایات ترک کر دے، لیکن سید مودودیؒ کی اعتدال پسندانہ اور دانش مندانہ قیادت اور ذہن سازی کے نتیجے میں جماعت اس حادثے سے بچی رہی ہے۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حلقوں کی جانب سے سید مودودیؒ اور ان کے افکار کو ہی کیوں موردالزام ٹھیرایا گیا؟ صوفی کی تحریک کے مصلحین پر اس طرح کی الزام تراشی کیوں نہیں کی گئی؟ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ سید مودودیؒ کے افکار میں دو بنیادی خصوصیات پائی جاتی ہیں:

- پہلی یہ کہ آپ کے افکار نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب کا حل اسلامی عقیدے کے سرچشموں کی روشنی میں تلاش کیا ہے۔ اس کوشش میں انھوں نے اپنے فکری منہج کو فقہا اور سلف صالحین کی تحقیقات کا پابند نہیں بنایا، بلکہ ان کی تقلید سے آزاد کرلیا ہے۔ اسی تسلسل میں انھوں نے مغربی تہذیب و ثقافت کا پُرفریب طوق بھی اپنے گلے میں نہیں پڑنے دیا، جس کے دامِ فریب میں آپ کے بہت سے ہم عصر خوشی خوشی پھنس گئے تھے۔
- دوسری یہ کہ سید مودودیؒ کا اندازِ بیان واضح، براہِ راست، پُراثر اور سادہ ہے۔ آپ نے اُمت مسلمہ کے زوال کے اسباب کے گرد اپنی بات گھمانے کے بجاے براہِ راست اور پختہ عزم کے ساتھ ان اسباب کی جڑوں پر ایسے طریقے سے ضرب لگائی ہے، جسے آج کل کے علم کے دعوے دار اور اجارہ دار حضرات اپنی اصطلاح میں معروضیت کے اصولوں کے منافی اور رکھ رکھاؤ اور مروت سے عاری گردانتے ہیں۔ سید مودودیؒ کی اسی بے ساختگی، راست بازی اور صراحت بیانی کی وجہ سے آپ کے افکار قارئین کے لیے زیادہ پُراثر ہیں اور ان کی فکری و شخصی تعمیر کرتے ہیں۔

انھی امتیازات کی وجہ سے سید مودودیؒ کی تحریریں اسلامی بیداری، احیاے اسلام، اقامتِ دین اور دعوتِ دین سے دل چسپی رکھنے والے مسلمانانِ عالم کے ہاں مقبولیت میں اعلیٰ درجے کا مقام رکھتی ہیں، خواہ وہ جنوبی ایشیا کے مسلمان ہوں یا عالمِ عرب کے، ان کا تعلق

افریقہ سے ہو یا وسط ایشیا کے کسی حصے سے۔ یہاں تک کہ مغربی تہذیب وثقافت کے ماحول میں پروان چڑھنے والے تعلیم یافتہ لوگوں کے ہاں بھی سید مودودیؒ کی تحریریں اسی اہمیّت کی حامل ہیں، جیسی اہمیّت انھیں اہلِ مشرق کے ہاں حاصل ہے۔ سید مودودیؒ کی تحریروں میں تھوڑی سی بھی دل چسپی لینے والا ہر فرد ان کی فکر سے ضرور متاثر ہوا ہے، خواہ وہ آپ کا حامی تھا یا مخالفین میں سے۔

سید مودودیؒ کے افکار ہماری ذہنی ساخت میں رچ بس گئے ہیں۔ اسلام کی مستقبل کی تحریکوں اور نسلوں کے لیے سید مودودیؒ کا سب سے جان دار کام جو باقی رہے گا، وہ ہے ان کی جانب سے توحید کا صحیح مفہوم پیش کرنا اور زندگی کے تمام شعبوں پر اس کے اثرات مرتب کرنے کا پیغام۔ سید مودودیؒ کے فکری کارنامے کا یہی مرکزی نکتہ، اسلام کی جدید تحریکی سوچ اور تقلید و جمود پر مبنی سوچ کے درمیان ایک حد تک امتیاز رہے گا۔

تمام بڑے ائمہ کی طرح سید مودودیؒ بھی اس دنیا سے جاتے ہوئے اپنے پیچھے بڑا شان دار علمی وفکری ورثہ چھوڑ گئے ہیں۔ اس فکری ورثے میں وسعت پیدا کرنے کے لیے آپ کے ان ساتھیوں کا بھی حصّہ ہے، جنھوں نے آپ کے طریق تحقیق و تجزیے کے مطابق کام کو آگے بڑھایا ہے۔

آج سے سیکڑوں برس بعد مسلمانوں کے حالات موجودہ حالات سے یقیناً مختلف ہوں گے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ آج سے بہتر ہوں۔ اس دوران میں بہت سے نئے افکار اُبھریں گے لیکن اس آنے والے زمانے کا مسلمان مصلح، مبلغ، عالم اور دانش ور بھی سید مودودیؒ کی تحریروں اور افکار کی طرف دیکھے گا تو وہ آپ کے افکار کو اپنے زمانے کے موافق پائے گا، ان میں تازگی پائے گا اور ان سے استفادہ کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

اطلاع

ترجمان القرآن کی اشاعت خاص

بیادِ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

دونوں شماروں کے مضامین کتابی شکل میں پیش کرنے کے لیے

مرتب کیے جارہے ہیں

زمانے کے تقاضے' عورت اور اسلام

سلمٰی یاسمین نجمی ○

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جب تحریکِ اسلامی کا آغاز کیا تو اس وقت مسلم دنیا ایک انتشار کا شکار تھی۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کی کش مکش چل رہی تھی۔ استعماریت اور حریت پسندی کے درمیان معرکہ بپا تھا۔ مسلم ممالک چونکہ کسی نہ کسی طاقت کے غلام تھے یا غلامی کے بندھنوں سے تازہ تازہ آزاد ہوئے تھے' اس لیے اپنے آقاؤں کے نظریات کے زیراثر تھے۔ آدھی دنیا پر مغربی فکر کا غلبہ تھا تو باقی لوگ کمیونزم کے جال میں پھنس رہے تھے۔

یہی حال ہندستان کا تھا۔ ہم انگریز کے خلاف بھی تھے اور اس سے مرعوب بھی۔ اس کی تہذیب' کلچر' تمدن' تعلیمی نظام' قانون' معیشت' غرضیکہ ہر چیز جو اُن سے تعلّق رکھتی تھی اچھی لگتی تھی۔ مغربی نظامِ حیات آئیڈیل لگنے لگا تھا' جو دراصل ایک بے خدا اور ملحدانہ نظامِ حیات تھا۔ خدا کو انھوں نے چرچ تک محدود کر دیا تھا۔ سو ہم بھی یہی چاہتے تھے کہ ہماری دنیا میں اللہ تعالیٰ دخل نہ دیں اور وہ مسجد تک ہی محدود رہیں۔ ہمیں اپنے مسلمان ہونے پر فخر کی بجاے شرم محسوس ہونے لگی تھی۔ اس میں کچھ قصور ہمارے بیش تر علما کا مگر زیادہ تر کٹھ ملاؤں کا بھی تھا۔ انھوں نے دین کو چند عبادات اور رسومات کی تنگنائے میں قید کر دیا تھا۔ اسلام کے لامحدود اور انقلابی تصور کو محدود کر دیا تھا اور علم و اجتہاد کا دروازہ بند کر کے بس وہی باتیں کہتے رہتے تھے' جو اُن کے محدود تصورِ دین سے مطابقت رکھتی تھیں۔ ان بھلے لوگوں نے اسلام کو مختلف مسالک کی کوٹھڑیوں میں

○ مدیرہ' ماہ نامہ عفت' راولپنڈی